امام غزالی کی سرگزشتِ علم وعرفاں

بزبان امام غزالی

فرماتے ہیں:.......

جب میں علوم ظاہری سے فارغ ہوگیا تو میں نے اپنی تمام تر ہمت طریق صوفیہ کی تکمیل کے لئے، طریق صوفیہ کی طرف مبذول کی۔اور میں نے دیکھا کہ علم وعمل دونوں کی ضرورت ہے کہ طریق صوفیہ اس وقت کامل ہوتا ہے جس وقت اس میں علم اور عمل دونوں ہوں۔اوران کے علم کی غرض یہ ہے کہ انسان نفس کی گھاٹیوں کو طے کرے اور نفس کو برے اخلاق اور ناپاک صفات سے پاک کرے۔ یہاں تک کہ اس کادل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ہرایک شے سے خالی اور ذکرخدا سے آراستہ ہوجائے۔میرے لئے بہ نسبت عمل کے علم زیادہ تر آسان تھا۔پس میں نے علم صوفیہ کواسطرح پر تحصیل کرنا شروع کیا۔

میں نے قوۃ القلوب ودیگر تصانیف مشائخ عظام کا مطالعہ شروع کیا۔

کہ ان (صوفیاء) کی کتابیں مثلاً قوت القلوب ابوطالب مکی وتصنیفات حارث محاسبی ومتفرقات ماثورہ جنید وشبلی وبایزید بسطامی وغیرہ مشائخ مطالعہ کیا کرتا تھا۔یہاں تک کہ ان کے مقاصد علمی کی حقیقت سے بخوبی واقف ہوگیا۔اوران کا طریق جس قدر بذریعہ تعلیم وتقریر کے حاصل ہوسکتا تھاوہ حاصل کرلیا۔ اور مجھ پر یہ عقدہ کھل گیا کہ خاص الخاص باتیں ان کے طریقے کی وہ ہیں جو سیکھنے سے نہیں آسکتی ہیں۔ بلکہ وہ درجہ ذوق وحال وتبدیل صفات سے پیدا ہوتی ہیں۔

صوفیہ کا درجہ خاص ذوق حال سے حاصل ہوتا ہے۔

کس قدر فرق ہے،ان دوشخصوں میں جن میں سے ایک توصحت وشکم سیری اوران کے اسباب وشرائط کو جانتاہے اوردوسرا فی الواقع تندرست اور شکم سیر ہے۔یا ایک شخص نشہ کی تعریف سے واقف ہے اوروہ جانتاہے کہ نشہ اس حالت کا نام ہے۔کہ بخارات معدہ سے اٹھ کر دماغ پر غالب

☆سافر احیانا لتجدد حیاتک ونطالع عوالم اخری ونتشاهد معالم جدیدۃ وبلدانا اخری فی السفر متعۃ.☆

ہو جائیں۔اور دوسرا شخص درحقیقت حالت نشہ میں ہے۔بلکہ وہ شخص جو نشہ میں ہے۔تعریف نشہ اور اس کے علم سے ناواقف ہے وہ خود نشہ میں ہے لیکن اس کو کسی قسم کا علم نہیں۔دوسرا شخص نشہ میں نہیں ہے لیکن وہ تعریف واسباب نشہ سے بخوبی واقف ہے۔ایک طبیب حالتِ مرض میں تعریفِ صحت اور اس کے اسباب اور اس کی دوائیں تو جانتا ہے لیکن صحت سے محروم ہے۔اسی طرح پر اس بات میں کہ تجھ کو حقیقت زہد اور اس کے شرایط اور اسباب کا علم حاصل ہو اور اس بات میں کہ تیرا حال عین زہد بن جائے اور نفس دنیا سے ذہول ہو جائے بہت فرق ہے غرض مجھے یقین ہو گیا کہ صوفیہ صاحب حال ہوتے ہیں نہ کہ صاحب قال اور جو کچھ طریق تعلیم سے حاصل کرنا ممکن تھا وہ میں نے سب حاصل کر لیا اور بجز اس چیز کے جو تعلیم اور تلقین سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ذوق اور سلوک سے حاصل ہو سکتی ہے اور کچھ سیکھنا باقی نہ رہا۔

علوم شرعی وعقلی کی تفتیش میں جن جن علوم میں میں نے مہارت حاصل کی تھی اور جن طریقوں کو میں نے اختیار کیا تھا ان سب سے میرے دل میں اللہ تعالی اور نبوت اور یوم آخرت پر ایمان یقینی بیٹھ گیا۔پس ایمان کے یہ تینوں اصول صرف کسی دلیل خاص سے میرے دل میں راسخ نہیں ہوئے تھے۔بلکہ ایسے اسباب اور قراین اور تجربوں سے راسخ ہوئے تھے۔جن کی تفصیل احاطہ حصر میں نہیں آسکتی۔

سعادت اخروی کے لئے دنیا سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے۔

مجھ پر یہ ظاہر ہو گیا کہ بجز تقوی اور نفس کشی کے سعادت اخروی کی امید نہیں کی جاسکتی۔اور اس کے لئے سب سے بڑی بات ہے اس دارغرور سے کنارہ کر کے اور جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے اس کی طرف دل لگا کے دنیاوی علائق کو دل سے قطع کرنا۔اور تمام تر ہمت کو اللہ تعالی کی طرف متوجہ کرنا۔اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی جب تک جاہ ومال سے کنارہ اور ہر ایک شغل اور علاقہ سے گریز نہ کی جائے۔پھر میں نے اپنے احوال پر نظر کی تو میں نے دیکھا کہ میں سراسر تعلقات میں ڈوبا ہوا ہوں۔اور انہوں نے مجھ کو ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے۔میں نے اپنے اعمال پر نظر کی جن میں سب سے اچھا عمل تعلیم وتدریس تھا۔لیکن اس میں بھی میں نے دیکھا کہ میں ایسے علوم کی طرف متوجہ ہوں جو کچھ وقعت نہیں رکھتے اور طریقہ آخرت میں کچھ نفع نہیں دے سکتے۔پھر میں نے اپنی نیت

☆احتفظ بمذكرة فى جيبك ترتب لك اعمالك وتنظم اوقاتك وتذكرك بمواعيدك وتكتب بها ملاحظاتك.☆

تدریس پر غور کی تو مجھ کو معلوم ہوا کہ میری نیت خالصاللہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سبب و باعث طلب جاہ وشہرت و ناموری ہے۔ مجھے یقین ہوا کہ میں خطرناک گرنے والے کنارہ پر کھڑا ہوں اور اگر میں تلافی احوال میں مشغول نہ ہوا تو ضرور کنارہ دوزخ پر آ لگا ہوں۔ غرض مدت میں اس بات میں فکر کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھ کو زیادہ تر مقام کرنا ناگوار معلوم ہونے لگا۔

بغداد سے نکلنے کا عزم ۴۸۸ھ

میرا یہ حال تھا کہ ایک روز تو بغداد سے نکلتے اور ان احوال سے کنارہ کرنے کا عزم مصمم کرتا تھا اور دوسرے روز اس عزم کو فسخ کر ڈالتا تھا۔ بغداد سے نکلنے کے لئے ایک قدم آگے بڑھاتا تھا تو دوسرا قدم پیچھے ہٹاتا تھا۔ کسی صبح کو ایسی صاف رغبت طلب آخرت کی طرف نہیں ابھرتی تھی۔ کہ پھر رات کو لشکر خواہشات حملہ کر کے اس کو بدل دیتا ہوا اور یہ خیال ہو گیا تھا کہ دنیا کی خواہشیں تو زنجیریں ڈال کر کھینچتی تھیں کہ ''ٹھیرا رہ ٹھیرا رہ،، اور ایمان کا منادی پکارتا تھا کہ ''چل دے چل دے ،، عمر تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے اور تجھ کو سفر دراز درپیش ہے اور جو کچھ تو اب علم اور عمل کر رہا ہے۔ وہ محض دکھاوے کا اور خیالی ہے۔ پس اگر تو اب بھی آخرت کی تیاری نہ کرے گا تو پھر کس دن کریگا اور اگر تو اس وقت قطع تعلق نہ کرے گا تو پھر کس وقت کرے گا؟ یہ بات سن کر شوق بھڑک اٹھتا تھا۔ عزم مصمم ہوتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاؤں اور کہیں نکل جاؤں ۔ پھر شیطان آڑے آ جاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حالت عارضی ہے۔ خبردار اگر تو نے اس کا کہا مانا۔ یہ حالت سریع الزوال ہے۔ اگر تو نے اس پر یقین کر لیا اور اتنی بڑی جاہ و شان زیبا کو جو ہر طرح کے تکدر تعصب سے پاک ہے۔ اور اس حکومت کو جو ہر قسم کے جھگڑوں بکھیڑوں سے صاف ہے چھوڑ بیٹھا اور شاید پھر تیرا دل کبھی اس حالت کی طرف عود کرنے کا شایق ہو تو تجھ کو اس حالت پر پہنچنا میسر نہیں ہونے کا۔ پس ماہ رجب ۴۸۸ ہجری کے شروع سے قریب چھ ماہ تک شہوات دنیا اور شوق آخرت کی کشاکشی میں متردد رہا اور ماہ حال میں میری حالت اختیار سے نکل کر بے اختیاری کے درجہ تک پہنچ گئی کہ **ناگاہ اللہ تعالی نے میری زبان بند کردی۔** حتی کہ میں تدریس کے کام کا بھی نہ رہا۔ میں اپنے دل میں یہ چاہا کرتا تھا کہ ایک روز صرف لوگوں کے دل خوش کرنے کے لئے درس دوں لیکن میری زبان سے ایک کلمہ نہیں نکلتا تھا۔ اور بولنے کی مجھ میں ذرا بھی قوت نہیں تھی۔ زبان میں اس طرح کی بندش ہو جانے سے دل

میں ایسا رنج واندوہ پیدا ہوا کہ اس کے سبب سے قوت ہاضمہ بھی جاتی رہی اور کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔کوئی پینے کی چیز حلق سے نہیں اترتی تھی اور ایک لقمہ تک ہضم نہیں ہوسکتا تھا۔آخر اس حالت سے تمام قوا میں ضعف طاری ہوا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ تمام اطبا علاج سے مایوس ہو گئے۔اور کہا کہ کوئی حادثہ دل پر ہوا ہے اور قلب سے مزاج میں سرایت کر گیا ہے۔اور اس کا علاج بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دل کو غم واندوہ سے راحت دیجائے۔جب میں نے دیکھا کہ میں عاجز اور بالکل بے بس ہو گیا ہوں۔تو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اس لاچار آدمی کی طرح جس کو کوئی چارہ نظر نہ آتا ہو التجا کی۔اور اللہ تعالیٰ نے جو ہر ایک لاچار دعا کرنے والے کی فریاد کو سنتا ہے میری فریاد بھی سنی۔اور اس نے جاہ و مال اور بیوی اور بچہ اور دوستوں سے دل ہٹانا آسان کر دیا۔میں اپنے دل میں سفر شام کا عزم رکھتا تھا۔لیکن بایں خوف کہ مبادا کہیں خلیفہ اور تمام دوست اس بات سے واقف نہ ہو جائیں۔کہ میرا ارادہ شام میں قیام کرنے کا ہے۔میں نے لوگوں نے میں مکہ کی طرف جانے کا ارادہ مشہور کیا۔

سفر مکہ کے بہانہ سے بغداد سے خروج

یہ ارادہ کر کے کہ میں بغداد میں کبھی واپس نہ آؤں گا میں وہاں سے بلطایف الحیل نکلا اور تمام ائمہ اہل عراق کا ہدف تیر ملامت بنا۔کیونکہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اس بات کو ممکن سمجھتا۔کہ جس منصب پر اس وقت میں فائز تھا اس کے چھوڑنے کا کوئی سبب دینی ہے۔بلکہ وہ یہ جانتے تھے کہ سب سے اعلیٰ منصب دین یہی ہے کہ ان کا مبلغ علم اسی قدر تھا۔چنانچہ لوگ طرح طرح کے نتیجہ نکالنے لگے۔جو لوگ عراق سے فاصلہ پر رہتے تھے انہوں نے یہ گمان کیا کہ میرا جانا باعث خوف حکام ہوا ہے۔لیکن جو لوگ خود حکام کے پاس رہتے تھے انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا کہ وہ حکام کس قدر اصرار کے ساتھ میرے ہمراہ تعلق رکھتے تھے اور میں ان سے ناخوش تھا اور ان سے کنارہ کش رہتا تھا۔اور ان لوگوں کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔یہ سوچ کر لوگ آخر یہ کہتے تھے کہ یہ ایک امر سماوی ہے اور اس کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ اہل اسلام وخصوصاً زمرۂ علما کو نظر بد لگی ہے۔غرض میں بغداد سے رخصت ہوا۔اور جو کچھ میرے پاس مال ومتاع تھا وہ سب تقسیم کر دیا۔میں نے اپنے گذارہ اور بچوں کی خوراک سے زیادہ کبھی جمع نہیں کیا تھا۔حالانکہ مال عراق بہ سبب اس کے

کہ مسلمانوں کے لئے وقف ہے ذریعہ حصول خیرات وحسنات ہے۔اورمیری رائے میں دنیامیں جن چیزوں کو عالم اپنے بچوں کے واسطے لے سکتاہے ان چیزوں میں اس مال سے بہتر اورکوئی شے نہ ہوگی ۔پھر میں ملک شام میں داخل ہوا۔اوروہاں قریب دوسال کے قیام کیا۔اور بجز عزلت وخلوت وریاضت اورمجاہدہ کے مجھ کواور کوئی شغل نہ تھا۔اور جس طرح میں نے علم صوفیہ سے معلوم کیا تھا اسی طرح ذکرالٰہی کے لئے تزکیہ نفس وتہذیب الاخلاق وتصفیہ قلوب میں مشغول رہتا تھا۔پس میں مدت تک مسجد دمشق میں معتکف رہا۔

دمشق میں قیام

میں دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر چڑھ جاتااورتمام دن وہیں رہتا۔اوراس کادروازہ بندکرلیتا تھا۔وہاں سے میں بیت المقدس میں آیا۔ہرروز مکان صخرہ میں داخل ہوتااوراس کادروازہ بندکرلیا کرتا تھا۔پھر مجھ کو حج کاشوق پیداہوا۔اورزیارت خلیل علیہ السلام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد زیارت رسول اللہ ﷺ وبرکات مکہ ومدینہ سے استمداد کرنیکا جوش دل میں اٹھا۔

سفرِ حجاز

چنانچہ میں حجاز کی طرف روانہ ہوا۔اور ایک عرصہ وہاں قیام رہا، بعدہ دل کی کشش اور بچوں کی محبت نے وطن کی طرف کھینچ بلایا۔سو میں وطن واپس آ گیا۔گو مجھ کو وطن آنے کاذرابھی خیال نہ تھا۔

واپس وطن واپسی اور گوشہ نشینی

واپس آ کر میں نے گوشہ تنہائی اختیار کیا تا کہ خلوت اورذکرخدا کے لئے تصفیہ قلب کی طرف رغبت ہو۔پھر حوادث زمانہ اورکاروبار عیال اورضرورت معاش میرے مقصد میں خلل ڈالتی تھی۔اورصفائی خلوت مکدر ہوجاتی تھی۔اورصرف اوقات متفرقہ میں دلجمعی نصیب ہوتی تھی۔لیکن باوجوداس کے میں اپنی امید قطع نہیں کرتا تھااگرچہ موانعات مجھ کواپنے مقصد سے دور پھینک دیتے تھے۔مگر میں پھراپنا کام کرنے لگتا تھا۔

خلوت میں مکاشفات

غرضیکہ قریب دس سال تک یہی حال رہااوراس اثناء خلوت میں مجھ پرایسے اموکاانکشاف ہوا،جن

☆احذر کلمة سوف وتاخير الاعمال والتسويف باداء الواجب فان هذا اول الفشل والاخفاق .☆

کواحاطہ حدوحساب میں لانا ناممکن ہے۔چنانچہ ہم اس میں سے کچھ بغرض فائدہ ناظرین بیان کرتے ہیں۔**مجھ کو یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ صرف علماء صوفیہ سالکان راہ خداہیں**۔اوران کی سیرت سب سیرتوں سے عمدہ اوران کا طریق سب طریقوں سے سیدھااوران کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں۔بلکہ اگرتمام عقلاء کی عقل اورتمام حکماء کی حکمت اوران علماء کا جواسرارشرع سے واقف ہیں علم جمع کیا جائے تا کہ یہ لوگ علماء صوفیہ کی سیرت اوراخلاق ذرابھی بدل سکیں اور بدل کرایسا کرسکیں کہ حالت موجودہ سے بہتر ہو جائے تو وہ ایسا ہرگزنہیں کرسکیں گے۔کیونکہ ان کی تمام حرکات وسکنات ظاہروباطن نورشمع نبوت سے منور ہیں۔اورسوائے نورنبوت کے روئے زمین پراورکوئی ایسانورنہیں جس کی روشنی طلب کرنیکے قابل ہو۔اس طریقہ کے سالک جوکچھ بیان کرتے ہیں،منجملہ اس کے ایک امرطہارت ہے اوراس کی سب سے اول شرط یہ ہے کہ قلب کوماسوائے خداسے کلی طور پر پاک کیاجائے۔

طہارت کی حقیقت اوراس کی کلید

طہارت اوراس کی کلید جوطہارت سے وہی نسبت رکھتی ہے جوتکبیرتحریمہ نماز سے رکھتی ہے ، یہ ہے کہ قلب کلی طور پرفنافی اللہ ہوجائے اوراس درجہ کوآخرکہناباعتباران درجات کے ہے جواموراختیاری کی ذیل میں آتے ہیں ورنہ اکتساب ایسے امور میں درجہ ابتدائی رکھتا ہے۔سودرحقیقت **فنافی اللہ ہونااس طریق کاپہلادرجہ ہے اوراس سے پہلے کی حالت سالک کے لئے بمنزلہ دہلیز ہے اوراول درجہ طریقت سے ہی مکاشفات ومجاہدات شروع ہوجاتے ہیں حتی کہ یہ لوگ حالت بیداری میں ملائکہ وارواح انبیاء کامشاہدہ کرتے ہیں**۔اوران کی آوازیں سنتے ہیں اوران سے فوائد حاصل کرتے ہیں مگران کی حالت مشاہدہ صوروامثال سے گذرکرایسے درجات پرپہونچ جاتی ہے جن کے بیان کرنے کی گویائی کوطاقت نہیں ہے۔اورممکن نہیں کہ کوئی تعبیر کرنے والاان درجات کی تعبیر کرے۔اوراس کے الفاظ میں ایسی خطاصریح نہ ہوجس سے احترازممکن نہیں۔غرضیکہ **اس قدرقرب تک نوبت پہونچتی ہے کہ حلول واتحادوصول کاشک ہونے لگتاہے**۔حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں اورہم نے کتاب مقصدالاقصی میں ان خیالات کی غلطی کی وجہ بیان کی ہے۔لیکن جس کواس حالت کاشبہ ہوجائے تواس کے لیے بجزاس شعرکے اورکچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔شعر۔کان ماکان

مما لست اذ کرہ فظن خیرا ولا تسئل عن الخبر ۔

غرضیکہ جس شخص کو بذریعہ ذوق کچھ حاصل نہ ہو اس کو حقیقت نبوت سے بجز نام کے اور کچھ معلوم نہیں ہے۔

حقیقت نبوت ذوق سے معلوم ہوتی ہے۔

حقیقت میں کرامات اولیاء انبیاء کے لئے بمنزلہ امورابتدائی ہیں چنانچہ آغاز حال رسول خدا ﷺ کا بھی اسی طرح ہوا۔آپ جبل حرا کی طرف جاتے اور اپنے خدا کے ساتھ خلوت اور اس کی عبادت کرتے تھے۔یہاں تک کہ اہل عرب کہنے لگے کہ محمد ﷺ اپنے خدا پر عاشق ہوگیا ہے۔اس حالت کو سالکان طریقت بذریعہ ذوق کے معلوم کرتے ہیں۔لیکن جس شخص کو یہ ذوق نصیب نہ ہو اس کو چاہئے کہ اگر اس کو سالکان طریقت کے ساتھ زیادہ تر صحبت کا اتفاق ہو تو بذریعہ تجربہ واستماع اس قسم کا یقین حاصل کرلے، کہ قراین احوال سے ایسی حالت یقینی طور پر سمجھ میں آجاوے۔جو کوئی ان لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرتا ہے اس کو یہ ایمان نصیب ہوتا ہے۔کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بدنصیب نہیں رہتا۔لیکن جن لوگوں کو ان کی صحبت نصیب نہ ہو تو ان کو یہ چاہئے کہ ان براہین روشن کو جو ہم نے کتاب احیاء علوم دین کے باب عجایب القلب میں بیان کئے ہیں پڑھ کر یقینی طور سے اس امر کا امکان سمجھ لے۔

بذریعہ دلیل کے تحقیق کرنا علم کہلاتا ہے اور عین اس حالت کا حاصل ہونا ذوق ہے اور سن کر اور تجربہ کرکے بذریعہ حسن ظن کرنا ایمان ہے۔پس یہ تین درجہ ہیں۔یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات ۔ان کو چھوڑ کر اور جاہل لوگ ہیں جو ان کی اصلیت سے انکار کرتے ہیں اور اس کلام سے تعجب کرتے ہیں اور اس کو سن کر مسخرہ پن کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ کس طرح سیدھے راہ پر ہیں اور ان کی نسبت خدا تعالی نے فرمایا ہے۔ومنھم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اتوا العلم ماذا قال انفا اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم واتبعوا اھواء ھم فاصمھم واعمی ابصارھم ۔طریق صوفیہ پر چلنے سے مجھ پر جن امور کا یقینی طور پر انکشاف ہوا ازانجملہ حقیقت نبوت اور اس کی خاصیت ہے۔اور چونکہ اس زمانہ میں اس کی سخت ضرورت ہے لہذا اس کی اصلیت سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

☆لا تضیع عمرك فی التنقل بین التخصصات والوظائف والمهن فان معنی هذا انك لم تنجح فی شیء.☆

حواشی

ا۔ یہ واقعی امور ہیں اور وہ واردات ہیں جو قلب سالک پر گذرتے ہیں۔گو کہ نابلدان کوچہ معرفت اس پر ہنسی کیا کریں۔مگر دراصل وہ ہنسی ان بزرگوں پر نہیں۔بلکہ خود اپنے تباہ کار نفسوں اور گمراہ عقلوں پر ہنسنا ہے۔مایستھزؤن الا بانفسھم ۔چونکہ یہ زمانہ علوم حکمیہ شہودیہ کا ہے اور مشاہدہ وتجربہ ہر ایک قسم کی تحقیقات کی بناء قرار پایا ہے اس لئے منکرین قبل اس کے کہ وہ ان عجائبات قلبی کو جن کا امام صاحب نے ذکر فرمایا ہے انکار کریں ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ سے حسب ہدایت امام صاحب خود تجربہ کرنا اور ان امور کی تصدیق کرنا ضروری ہے نہ کہ جاہلوں کی طرح ہنس دینا۔(مترجم)

(ماخوذ از مجموعہ رسائل امام غزالیؒ جلد سوم)

علمی وتحقیقی مجلّہ

ماہنامہ فقہِ اسلامی کراچی

موضوع وار، مصنف وار، شمارہ وار

اشاریہ

[اپریل ۲۰۰۰ء تا دسمبر ۲۰۱۳ء]

مرتب: محمد شاہد حنیف

اسلامک فقہ اکیڈمی، کراچی